مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے مجموعہ رسائل و مسائل کا ادبی مطالعہ

ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی ☆

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ (۱۹۰۳-۱۹۷۹ء) ایک بالغ نظر مفکر اور صاحب طرز ادیب تھے۔ انہوں نے اُردو ادب میں علمی، مذہبی، ثقافتی اور سیاسی موضوعات پر صاف ستھری، شائستہ اور خوبصورت نثر کی ایک درخشندہ روایت قائم کی ہے اور اس کی روایت کو قائم کرنے میں ان کے قلم نے تقریباً نصف صدی کی کوہ کنی ہے۔

زیر نظر مقالہ میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی فقہی تصنیفات میں سے صرف رسائل و مسائل کی پانچ جلدیں موضوع بحث ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ سیّد مودودیؒ نے خالص مذہبی و فقہی موضوعات کو نہایت کامیابی کے ساتھ ادبی اسلوب میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

رسائل و مسائل دراصل اردو میں فتویٰ نگاری نیز مکاتیب نگاری کی اعلیٰ قدروں کا مجموعہ ہے۔ یہ خطوط اعزہ، احباب، تحریکی ساتھیوں اور اجنبیوں کے سوالات کے جواب میں لکھے گئے تھے۔ یہ خطوط ایک خاص طرز کی مقصدی مکتوب نگاری کی بہترین مثال ہیں۔ ان میں سینکڑوں مسائل پر سوچی سمجھی آراء کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ خطوط مکتوب نگار کی شخصیت کا ایک آئینہ ہیں۔ نیز یہ خطوط ادبی نقاد کے لئے بہت دلچسپ اور نفع بخش مواد فراہم کرتے ہیں۔ رسائل و مسائل دراصل ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور کا مستقل فتویٰ و استفتاء کا عنوان ہے جو تقریباً چار دہائیوں پر محیط ہے۔

رسائل و مسائل کی یوں تو سات جلدیں متعدد بار منظر عام پر آ چکی ہیں۔ اس مقالہ میں حصہ ششم اور ہفتم کو خارج از بحث رکھا گیا ہے کیونکہ وہ مولانا مودودیؒ کے قریبی دوست جسٹس ملک غلام علی نے تیار کی ہیں۔ پاکستان کے مطابع کو چھوڑ کر صرف مرکزی مکتبہ دہلی نے اس کے کئی ایڈیشن شائع کئے ہیں۔ ان پانچ جلدوں میں مولانا مودودیؒ نے چھ سو تیس (۶۳۰) سوالات کے جوابات ادب عالیہ میں منتقل کئے ہیں۔ سیّد مودودیؒ کا کمال یہ ہے کہ ایک طرف آپ فقہ اصغر سے

☆ لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، اے ایم یو، علی گڑھ، انڈیا

بحث کرتے ہیں، دوسری طرف فقہ اکبر کی عقدہ کشائی فرماتے ہیں۔ رسائل و مسائل میں آپ نے خالص مذہبی و عباداتی مسائل کے علاوہ سیاسی، تمدنی، معاشرتی اور معاشی مسائل سے تعرض کیا ہے۔

۱۔ فقہی مسائل

فقہ و متعلقات فقہ کے ضمن میں مولانا مودودیؒ نے ایک سو پچاس (۱۵۰) سوالات کے جوابات قلمبند کئے ہیں۔ پیش نظر ذیلی عنوان کے تحت چند ان اقتباسات کا ذکر مقصود ہے جن سے ادبی محاسن نمایاں ہوتے ہیں۔ طنز و مزاح کا استعمال آپ بکثرت کرتے ہیں چنانچہ ''مہر'' کے مسئلہ میں اس کا استعمال ملاحظہ کیجئے:

''اس ملک کے مسلمان بالعموم مہر کو محض ایک رسمی چیز سمجھتے ہیں--- نکاح کے وقت بالکل ایک نمائشی طور پر مہر کی قرارداد ہو جاتی ہے مگر اس امر کا کوئی تصور ذہنوں میں نہیں ہوتا کہ اس قرارداد کو پورا بھی کرنا ہے--- بارہا ہم نے مہر کی بات چیت میں اپنے کانوں سے یہ الفاظ سنے ہیں کہ میاں کون لیتا ہے اور کون دیتا ہے--- زر مہر مقرر کرنے میں اکثر جو چیز لوگوں کی پیش نظر ہوتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ اسے طلاق کی روک تھام کا ذریعہ بنایا جائے''۔(۱)

یہاں مہر کے لئے قرارداد کا استعمال معنی خیز بھی ہے اور مؤیدین کے لئے گرانبار بھی۔ فروعی معاملات و مسائل کو نزاع اور اختلاف کا باعث نہیں ہونا چاہئے۔ ایسے لوگوں پر جو کفر کے فتوے اور مناظرہ بازی کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ ان پر طنز کس خوبصورتی سے کرتے ہیں۔ بندوق کے شکار کی ''حلت و حرمت'' کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں:

''اگر کوئی شخص کسی چیز کو اپنے استنباط کی بناء پر حلال قرار دے تو اس پر بحث تو ضرور کی جا سکتی ہے لیکن یہ ایسی کوئی چیز نہیں ہے کہ اس پر رونگٹے کھڑے ہونے لگیں اور تحریف دین یا تحلیل ماحرم اللہ کے الزامات عائد کئے جانے لگیں''(۲)

ایک بے جان غیر مرئی چیز کو جاندار و مرئی چیز سے تشبیہ دینے کے لئے ''رشوت و خیانت کو حلال کرنے کے بہانے'' کا عنوان قائم کر کے فرماتے ہیں:

''وہ غیر الٰہی نظامِ حکومت جس کے ایک جزو کی حیثیت سے آپ لوگ کام کر رہے ہیں بجائے خود ناپاک ہے، اس کی حیثیت بالکل خنزیر کے نظام جسمانی کی سی ہے جس کی بوٹی بوٹی اور رگ رگ میں حرام سرایت کئے ہوئے ہے۔ اس کے کل پرزے بن کر آپ لوگ

پہلے ہی گناہ عظیم میں مبتلا ہیں اس پر یہ خیانت اور رشوت اور باطل طریقوں کے ارتکاب کا اضافہ کر کے اپنے آپ کو مزید خطرے میں ڈالتے ہیں“(۳)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”ہمیں جو کچھ اعتراض ہے اس بنیاد پر ہے کہ ایسی پارٹیوں کے دینے اور قبول کرنے سے ہمارے اپنے بھائیوں میں ناجائز ذرائع سے کام نکالنے اور لوگوں سے ناجائز فائدے اٹھانے کی بیماری پرورش پاتی ہے ورنہ یہ سارا نظام تو حرام سے بنتا، حرام کھاتا اور حرام اگلتا ہے“(۴)

مولانا کا یہ طرز بیان گویا ایک نظام کو ذی روح شئے بنا کر پیش کر رہا ہے۔ یہاں لفظ ”حرام“ کی تکرار نے کلام میں ایک خاص قسم کا کیف پیدا کر دیا ہے۔

مولانا سماج کی ایک عام بیماری پر چوٹ کسنے کے لئے طنزیہ عنوان قائم کرتے ہیں۔ ”الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے“ کیوں کہ حرام و حلال کے پیمانے یہاں الٹ گئے ہیں۔ سلاست و روانی سے لبریز مولانا کی یہ عبارت ملاحظہ کیجئے:

”متعفن فضا میں اگر کہیں سے خوشبو کی ایک ذرا سی لپٹ آ رہی ہو تو تندرست دماغ اس کی طرف لپکتے ہیں اور ان کا جی چاہتا ہے کہ ساری فضا ہی ایسی ہو جائے لیکن ماتم کے قابل ہے ان دماغوں کا حال جو خوشبو کی اس لپٹ پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ فضا میں اتنی سی خوشبو بھی نہ باقی رہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ فضا کی عفونت نے ان کے دماغوں کو اندر تک سڑا دیا ہے حتیٰ کہ اب ان کے لئے بدبو گوارا ہو گئی ہے اور خوشبو ناگوار“(۵)

تجنیس کا استعمال مولانا کے یہاں بہت نظر آتا ہے، ناک اور نکو، کے استعمالات کے ذریعہ جملے میں خوبصورتی کس قدر بڑھ گئی ہے:

”ہمارے ہر ساتھی کا فرض ہے کہ روزمرہ کے معاملات اور تقریبات کو گوناگوں پابندیوں سے آزاد کرنے میں پوری بے باکی سے پہل کرے اور لوگوں کی ناک بچانے کے لئے خود نکو بن کر معاشرتی زندگی میں انقلاب برپا کر دے“۔(۶)

اس اقتباس میں رمز و اشارہ کا انتہائی بلیغ اسلوب اختیار کیا ہے۔ تمثیل کے ذریعہ لباس اور چہرے کی شرعی حیثیت کی وضاحت کے بعد تیر و نشتر اس طرح چلاتے ہیں:

''اور اندر تقویٰ پیدا نہ ہو تو آپ کی مثال ایسی ہوگی جیسے تانبے کے سکے پر اشرفی کا ٹھپہ لگا ہوا ہو۔ اشرفی کا ٹھپہ لگانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ بہت آسانی سے جس سستی سے سستی دھات پر چاہیں اس کو لگا سکتے ہیں لیکن زر خالص بہم پہنچانا ایک مشکل کام ہے اور بہت مدت کی کیمیا گری سے یہ چیز حاصل ہوا کرتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں ایک مدت سے ظاہر پر غیرمعمولی زور دیا جا رہا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اشرفی کے ٹھپے کے ساتھ تانبے، لوہے، سیسے اور ہر قسم کے گھٹیا دھاتوں کے سکے چل پڑے ہیں۔ عملی دنیا کا بازار ایسا بے لاگ صراف ہے کہ وہ زیادہ مدت تک اس جعلسازی سے دھوکہ نہیں کھا سکتا ہے، کچھ مدت تک تو ہمارے دھوکے کی اشرفیاں چل گئیں لیکن اب بازار میں کوڑی بھر بھی ان کی قیمت باقی نہیں رہی ہے--- خدا نے جس کو تزکیہ نفس کی خدمت پر مقرر فرمایا تھا اس نے بھی پہلے اپنی پوری توجہ جنس خام کو کندن بنانے میں صرف کی، پھر جب کندن بنا لیا تب اس پر اشرفی کا نقش مرتسم کیا''(۷)

یہاں تقویٰ کی اس کسوٹی پر زوردار قہقہہ ہے جس نے حقیقی تقویٰ کو نیلام کر دیا۔ داڑھی کے ایک مشت ہونے پر علماء کرام نے بڑی لے دے مچائی ہے اور تقویٰ کی کسوٹی قرار دیا ہے۔ بسا اوقات انچ اور فٹ کے پیمانوں کا بھی استعمال کیا گیا۔ سیّد مودودیؒ اس طرز عمل کو دینی رخ دینے کی کوشش میں ادب کا کس طرح مظاہرہ کرتے ہیں، ذیل کی عبارت ملاحظہ ہو:

''متاخرین میں جس شدت سے اس پر زور دیا جاتا ہے اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید مومن کی سیرت و کردار میں پہلی چیز جس کی جستجو ہونی چاہئے وہ اس کی داڑھی کا طول ہے--- اگر کسی کی حقیقی جانثاری و وفاداری اللہ کی راہ میں طویل ہو تو کوئی بڑا نقصان نہ ہو جائے گا، اگرچہ اس کی داڑھی ''قصیر'' ہو، لیکن اگر جانثاری و وفاداری قصیر ہے تو یاد رکھئے کہ داڑھی کا طول کچھ بھی فائدہ نہ دے گا بلکہ بعید نہیں کہ خدا کے ہاں اس فریب کاری اور مکاری کا مقدمہ چل جائے''(۸)

آلات کے ذریعہ توالد و تناسل کو ناجائز قرار دینے کیلئے زور دار منطقی طرزِ استدلال اختیار کرتے ہیں اور انگریزی زبان کے بعض الفاظ کو بالکل جدید مفہوم عطا کرتے ہیں:

''پھر اگر یہی سلسلہ چل پڑا تو ایک روز عورت مطالبہ کرے گی کہ کوئی ترکیب ایسی ہونی چاہئے کہ انسان کا بچہ میرے رحم میں پرورش پانے کے بجائے ''امتحانی نلیوں'' میں پالا جائے یعنی انسان کیمیاوی معمل میں پیدا ہونے لگے--- یہ صورت جب پیدا ہوگی تو

انسانی بچے اس طرح کثیر پیداواری (Mass Production) کے اصول پر فیکٹریوں میں ڈھل ڈھل کر نکلیں گے جس طرح اب جوتے اور موزے نکلتے ہیں--- ''ان کارخانہ ہائے نسل کشی'' سے انسان نہیں دو ٹنگے جانور پیدا ہوں گے''(۹)

اس اقتباس میں فطرت میں مداخلت کرنے والوں پر شدید تنقید کی گئی ہے۔ مولانا نے یہاں غیرفطری طریقہ نسل کے نقصانات کا ذکر کیا ہے۔ آج کے زمانے میں ایک جدید اصطلاح کو بڑھاوا دیا جا رہا ہے جسے ''کلوننگ'' کہتے ہیں۔ لفظ کی تکرار کے ذریعہ جملے کی خوبصورتی دیکھئے۔ زکوٰۃ کے مسئلے پر ایک جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''مسافر پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ اس میں شک نہیں کہ گو مسافر ہونے کے حیثیت سے زکوٰۃ کا فرض اس پر سے ساقط ہو جائے گا۔ 'اس کا' سفر اسے زکوٰۃ کا مستحق بناتا ہے، 'اس کا' مالدار ہونا اس پر زکوٰۃ فرض کرتا ہے''(۱۰)

متقدمین نے فقہ پر جو تصنیفات چھوڑی ہیں مولانا ان سے مطمئن نہیں نظر آتے ہیں کیونکہ ان میں محض تقلیدی رجحان کی بازگشت سنائی دیتی ہے، فرماتے ہیں:

''اب جو ہم اپنی آزاد حکومت لے کر بیٹھے ہیں تو ہمیں پھر اس مسئلہ سے سابقہ پیش آ رہا ہے اور قدم قدم پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ پچھلی کتب فقہ اس معاملے میں ہماری پوری رہنمائی نہیں کرتیں''(۱۱)

کفاء ت کے مسئلہ میں علماء کرام نے بہت سی فقہی بحثیں کی ہیں۔ مولانا اس ضمن میں ایک اصولی گفتگو کرتے ہیں اور اس گفتگو کو ظرافت کا جامہ کس خوبصورتی سے پہناتے ہیں:

''یہ انسانی زندگی کا ایک عملی مسئلہ ہے جس میں حکمت عملی کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ آدم کی ساری اولاد کے یکساں ہونے کا نظریہ آپ یہاں چلانا چاہیں گے تو لاکھوں گھر برباد کر دیں گے''۔(۱۲)

عورت کے پردہ کی حدود پر علماء نے قرآن کی آیت کی مختلف تشریح کی ہے۔ نیچی نگاہ رکھنا اصلاً وہ بنیادی نکتہ ہے جس سے تمام مفاسد کا قلع قمع ہو سکتا ہے مولانا اس مسئلہ میں آنکھوں کے کھولنے کی اجازت دیتے ہیں اور اس کے لئے انتہائی خوبصورت انداز بیان اختیار کرتے ہیں، ملاحظہ ہو یہ عبارت:

''پھر یہ عیب چلمن میں بھی ہے جو دروازوں اور کھڑکیوں پر ڈالتے ہیں بلکہ یہ عیب ہر اس

چیز میں ہے جس سے کوئی عورت باہر جھانک سکتی ہو، آپ خود بتائیں کہ ان ''منافذ'' کو آپ کیسے روک سکتے ہیں؟ اور کیا فی الواقع شریعت کا بھی یہی مطالبہ ہے کہ ان سب منافذ کو روکا جائے''۔ (۱۳)

رمضان المبارک کے مہینہ میں تراویح کی رکعات کی تعیین فقہاء کے درمیان اختلافی مسئلہ رہا ہے۔ مولانا احادیث میں مذکور بیس یا آٹھ رکعات کی صحت و عدم صحت پر بحث کرنے کے بجائے برصغیر میں جہاں حنفی المسلک عوام کی اکثریت ہے، علماء کے رویے کے لئے بیس رکعات کی موزونیت کو کس حکیمانہ اسلوب میں بیان کرتے ہیں، ملاحظہ کیجئے یہ عبارت:

''اور اگر چند صلحاء آخر وقت کی فضیلت سے مستفید ہونے کی خاطر اوّل وقت کی جماعت میں شریک نہ ہوں تو اس سے یہ اندیشہ ہے کہ عوام الناس یا تو ان صلحاء سے بدگمان ہوں یا ان کی عدم شرکت کی وجہ سے خود ہی تراویح چھوڑ بیٹھیں یا پھر ان صلحاء کو اپنی تہجد خوانی کا ڈھنڈورا پیٹنے پر مجبور ہونا پڑے''(۱۴)

''مسح علی الخفین'' کے مسئلہ میں رخصت کو ترجیح دینے والوں کا مذاق دلکش انداز میں اڑاتے ہیں، فرماتے ہیں:

''میں جب کبھی کسی کو وضو کے بعد مسح کے لئے پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھاتے دیکھتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ بندہ اپنے خدا سے کہہ رہا ہے کہ حکم ہو تو ابھی یہ موزے کھینچ لوں اور پاؤں دھو ڈالوں مگر چونکہ سرکار ہی نے رخصت عطا فرمائی ہے اس لئے مسح پر اکتفا کرتا ہوں''۔ (۱۵)

مکانوں کے کرایہ کا مسئلہ ہمیشہ طرفین کے درمیان نزاعی بنتا رہا ہے۔ یہاں پر مالک مکان کی غیر اخلاقی حرص و ہوس پر تنقید کا یہ انداز دیکھئے:

''جس دکان کا کرایہ از روئے انصاف سولہ روپے ہے اگر ایک مالک مکان اس کا کرایہ پینتالیس یا پچاس روپے وصول کرتا ہے تو یقیناً وہ لٹیرا ہے، وہ آخر کون سا اخلاقی حق رکھتا ہے کہ آپ پر اس کا احترام کرنا واجب ہو''۔ (۱۶)

اعضاء جسمانی کے عطیہ (Donation) دینے کے غیر فطری عمل اور اس کے ذریعہ جسم انسانی کی تکریم و تعظیم میں جو خلل واقع ہوتا ہے اس کا ذکر ظرافت سے بھرپور ہے، ملاحظہ کیجئے یہ عبارت:

''آنکھوں کے عطیہ کا معاملہ صرف آنکھوں تک ہی محدود نہیں رہتا بہت سے دوسرے

اعضاء بھی مریضوں کے کام میں آ سکتے ہیں--- یہ دروازہ اگر کھول دیا جائے تو مسلمان کا قبر میں دفن ہونا مشکل ہو جائے گا۔ اس کا سارا جسم ہی چندے میں تقسیم ہو کر رہے گا''۔(۱۷)

اس اقتباس میں آخری دو جملے ندرت بیان کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔ دو حالتوں کی مماثلت کے لئے تمثیل کا بلیغ اسلوب دیکھئے:

''اس کے برعکس اگر آپ اپنا روپیہ کسی ایسی مد میں جمع کراتے جس پر آپ کو سود ملتا اور مقصد آپ کا یہ ہوتا ہے کہ اس سود کو غریبوں کی مدد کے لئے استعمال کریں تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسے ایک شخص لوگوں کی جیبیں اس غرض کے لئے کاٹے کہ اس سے جو روپیہ ملے گا اس کو وہ غریبوں کے لئے استعمال کرے گا''۔(۱۸)

۲۔ سیاسی مسائل

رسائل و مسائل میں سیاسی مسائل کے عنوان سے مستقل شرعی نوعیت کے سوالات و جوابات کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ حکومت و حکمرانی کے اصول و مبادی فقہ اسلامی کا مستقل بالذات باب ہے۔ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس ضمن میں بعض منفرد تصنیفات بھی قلم بند کی ہیں مثلاً الجہاد فی الاسلام، اسلامی سیاست، اسلامی ریاست، اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے حقوق، اسلام کے اصول حکمرانی، اسلام کا نظریہ سیاسی، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، اسلامی قوانین اور پاکستان میں اس کے نفاذ کی عملی تدابیر، مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، ذمیوں کے حقوق، مرتد کی سزا اسلامی قانون میں اور خلافت و ملوکیت وغیرہ۔ مذکورہ بالا تمام کتب سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے فکر کی پختگی، صحیح نتائج تک رسائی اور اسلامی مزاج سے صرف شناسائی ہی نہیں کراتی ہیں بلکہ سیاست کے ایوان کو اُردو ادب عالیہ میں منتقل کر کے فقہ کے میدان کو وسعت بخشتی ہیں۔

ذمیوں کے حقوق و اختیارات اسلامی حکومت میں کیا کچھ ہوں گے۔ اس سلسلہ میں ایک اصولی بات انتہائی ایجاز کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور قاری پورا مدعا سمجھ جاتا ہے، اقتباس ملاحظہ کیجئے:

''حکومت دینیہ میں ایک اصول کی حکومت ہوگی جو اسے مانے گا، وہی اسے چلائے گا''۔(۱۹)

مسلم لیگ سے اپنے اختلافات کو انتہائی بلیغ و اشاراتی پیرایہ میں ظاہر کرتے ہیں اور طنز و تعریض کے ذریعہ فکری کجی کو واضح کرتے ہیں:

''وہ پیچیدگی یہ ہے کہ ایک طرف تو آپ اس پوری مسلم قوم کو ''مسلمان'' کی حیثیت سے لے رہے ہیں جس کے ننانوے فی صدی افراد اسلام سے جاہل اور پچانوے فیصدی منحرف اور نوے فیصدی انحراف پر مصر ہیں--- دراصل میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ (اس کام میں) حصہ لوں تو کس طرح۔ ادھوری تدابیر (Half Measures) میرے ذہن کو بالکل اپیل نہیں کرتیں۔ نہ داغ دروزی (Patchwork) سے ہی مجھ کو کبھی دلچسپی رہی ہے اور مجلس عمل کے پیش نظر یہی کچھ ہے۔ اگر کلی تخریب اور کلی تعمیر پیش نظر ہوتی تو میں بدل و جان اس میں ہر خدمت انجام دینے کے لئے تیار تھا لیکن یہاں کل کو بجنسہٖ برقرار رکھتے ہوئے اس کے بعض اجزاء کو ہٹا کر ان کی جگہ بعض دوسرے اجزاء لا رکھنا مطلوب ہے جس کے لئے کوئی قابل عمل اور نتیجہ خیز صورت سوچنے سے میرا ذہن عاجز ہے''۔(۲۰)

دو نظاموں کی واضح تفریق کرنے کے بعد، تجزیہ کے لئے بلیغ و جامع الفاظ کا استعمال دیکھئے:

''ان تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی شخص ہماری تھیاکریسی کو پاپا یان روم کی قائم کردہ تھیاکریسی سے مشابہ قرار دے تو بہرحال ہم اسے اس آزادی سے محروم کرنے کا حق نہیں رکھتے، مگر یہ ضرور عرض کریں گے کہ یہ رائے علم و دلیل سے آزاد ہے''(۲۱)

نفی اور اثبات کے الفاظ کے ذریعہ اجمال وتفصیل اور کنایہ کا نادر نمونہ دیکھئے:

''اگر ہم نے یہ کیا ہو تا کہ صرف ایک منفی پالیسی اختیار کر کے مسلمان زندگی کا سارا کاروبار چھوڑ دیں اور گوشوں میں جا بیٹھیں تو یہ اندیشے ضرور کسی حقیقت پر مبنی ہوتے لیکن ہم اس نفی کے ساتھ ساتھ ایک اثبات بھی پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اس نظام کے ساتھ سازگاری کرنے کے بجائے دنیا میں نظام حق قائم کرنے کے لئے منظم سعی شروع کر دیں''۔(۲۲)

مولانا مودودیؒ کا ادب موضوع کی تاثیر کو دوام بخشتا ہے اور مسائل کو سماج سے جوڑے رکھتا ہے۔ جہاں ''ہاں یا نہیں'' میں کام چل سکتا ہے وہاں تفصیل کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ مثلاً یہ عبارت دیکھئے:

''اضطرار کی بناء پر حرام چیزیں استعمال کرنے کی اجازت شریعت میں پائی جاتی ہے لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ پہلے آپ خود اپنی غفلتوں سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں

کوتاہی کر کے اضطرار کی حالتیں پیدا کریں پھر اس اضطرار کو دلیل بنا کر تمام محرمات کو اپنے لئے حلال کرتے جائیں اور بجائے خود اس اضطرار کی حالت کو ختم کرنے کے لئے کوئی کوشش نہ کریں"۔ (۲۳)

چند مجرموں کو اسلامی سزائیں اگر دے دی جائیں تو مجرموں کی تعداد گھٹنے لگتی ہے۔ "اسلامی حدود" کے عنوان کے تحت چوروں کے ہاتھ کاٹنے کی حکمت پر زور دیا گیا ہے اور مغربی تہذیب کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ اس ضمن میں کنایہ کا خوبصورت انداز ملاحظہ کیجئے:

"جب چور کے ہاتھ کاٹنے کا طریقہ جاری ہوگا تو ان شاء اللہ چوری نہایت تھوڑے عرصے میں ختم ہو جائے گی اور سینکڑوں ہاتھوں کے کٹنے کی نوبت نہیں آئے گی--- چور جہاں جائے گا اس کا کٹا ہوا ہاتھ پکار پکار داستان حال بیان کرے گا--- مجرد یہ سننے پر کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اس تہذیب (جدید) کے فرزندوں کے ہوش اڑ جاتے ہیں"۔ (۲۴)

کنایہ اور تعریض کا نرالا انداز دیکھئے:

"مغربی استعمار رخصت ہوتے ہوئے بھی ہمارے ملکوں میں اس نسل کو حکمراں بنا کر چھوڑ گیا ہے جس کو اس نے اپنی تعلیم اور اپنی تہذیب کا دودھ پلا پلا کر اس طرح تیار کیا تھا کہ وہ جسمانی حیثیت سے تو ہماری قوم کا حصہ ہے لیکن علمی، ذہنی اور اخلاقی اعتبار سے انگریزوں، فرانسیسیوں، ولندیزیوں کا پورا جانشین ہے"۔ (۲۵)

اختلاط مرد و زن عصر جدید میں قابل نفرت نہیں رہا۔ مولانا مودودیؒ اس ضمن میں ان اخلاقی بیماریوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن کی وجہ سے پوری سوسائٹی تباہ ہو جاتی ہے، دیکھئے الفاظ کی ترکیب کا انتخاب کس خوبصورتی سے کرتے ہیں:

"اس دائرے میں عورت کو گھسیٹ لانے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو ہماری خانگی زندگی بالکل تباہ ہو جائے گی جس کی بیشتر ذمہ داریاں عورتوں سے تعلق رکھتی ہیں--- عورت کی آدھی زنانہ اور آدھی مردانہ خصوصیات سیاست اور معیشت کو خراب کر کے رکھ دیتی ہے"۔ (۲۶)

۳۔ معاشی و کاروباری مسائل

رسائل و مسائل میں اس عنوان کے تحت تقریباً چھپن (۵۶) سوالات کے جوابات تحریر کئے گئے ہیں۔ مولانا مودودیؒ نے اس ضمن میں کسب حلال سے لے کر سود خوری تک کے تمام مسائل کا احاطہ

کیا ہے۔ کاروباری و معاشی مسائل سے متعلق مولانا کی مستقل تصنیفات کا ذکر مناسب رہے گا۔ ان کے عنوانات حسب ذیل ہیں: سود، مسئلہ ملکیت زمین، معاشیات اسلام، سرمایہ داری اور اشتراکیت وغیرہ، کاروباری معاملہ میں اخلاق کی تلقین کرتے ہیں اور فصاحت و بلاغت کا دریا بہاتے ہیں۔ یہ عبارت ملاحظہ کیجئے:

''اگر آپ کسی وقت دیکھیں کہ سودی معاملات کئے بغیر بڑے پیمانے پر تجارت نہیں کی جا سکتی تو بجائے اس کے کہ آپ اضطرار کے بہانے سودی معاملات کریں، بڑے پیمانے کی تجارت چھوڑ دیجئے--- کیا واقعی بہت کمانے کے لئے آدمی کبھی مجبور و مضطر ہو سکتا ہے--- کھاتا پیتا آدمی کہے کہ میں حرام کے ہزاروں روپے کمانے پر مجبور ہوں تو یہ ایک بالکل نرالی قسم کی مجبوری ہوگی--- پھر ذرا یہ بھی تو سوچئے کہ اپنے اصولوں کی اس قدر شوراشوری کے بعد آخرکار آپ نے یہ بے نمکی دکھائی کہ ذرا سے تجارتی مفاد کو نقصان پہنچتے دیکھ کر بینک کے دروازے پر توبہ توڑ بیٹھے''۔(۲۷)

چنگی کی شرعی حیثیت پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

''یہ چنگی لینا آڑھتی کی زیادتی ہے وہ جب اپنا طے شدہ کمیشن لے چکا تو اب اسے اور کچھ لینے کا حق نہیں ہے حقیقت میں یہ دست درازی ہے جس کا ایک معصوم نام چنگی رکھ دیا گیا ہے''۔(۲۸)

اشتہاری تصویروں کی قباحت کے لئے تشبیہ کا بلیغ انداز دیکھئے اور غور فرمایئے کہ معاشیات کی فقہ میں کس خوبصورتی سے اس سوال و جواب کو جگہ دی ہے:

''موجودہ تصویر پرست دنیا نے قسم کھا لی ہے کہ کسی چیز کو تصویر سے خالی نہ چھوڑے گی۔ ڈاک کے ٹکٹوں اور سکوں تک میں تصاویر موجود ہیں۔ یہ ہمہ گیر نظام طاغوت اپنی ناپاکیوں اور غلاظتوں کو جڑ سے لے کر شاخوں اور پتوں تک پھیلاتا چلا جا رہا ہے''۔(۲۹)

ناپ تول کا ایک پیمانہ پوری حکومت اور اس کے باشندوں کے درمیان ترقی کو فروغ دیتا ہے اور ضرر سے روکتا ہے۔ اس ضمن میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

''لیکن یہ کوئی اچھا طریقہ نہیں ہے کہ گوناگوں اوزان اور پیمانے رائج رہیں، اس سے ناواقف لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔ ایک اچھے نظام حکومت کا فرض ہے کہ وہ تجارت کو ان ''اسرار نہاں'' سے پاک کرے''۔(۳۰)

مولانا مودودیؒ انگریزی کے بعض الفاظ کا انتہائی بامعنی ترجمہ کرتے ہیں، معاشیات کے باب میں ایجنٹ کا ترجمہ بچولی سے اس عبارت میں دیکھئے کس خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں:

''یہ بہت سے بچولیوں کی منافع خوری، بغیر اس کے کہ وہ واقعی کوئی خدمت اس مال کے پیدا کرنے یا فراہم کرنے میں انجام دیں، خواہ مخواہ اشیاء کی قیمتیں چڑھنے کا موجب بنتی ہے''۔(۳۱)

اجمال مولانا مودودیؒ کے لٹریچر میں جا بجا نظر آتا ہے اگرچہ کہ تفصیل کا بھی حق ادا کرتے ہیں۔ یہاں ایک عبارت میں بعض مخصوص الفاظ کے ذریعہ ایک پوری منطقی اور فکری بحث کو ذہن میں کامیابی کے ساتھ منتقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو یہ عبارت:

''آپ کا فرض ہے کہ غض بصر سے کام لیں، آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہ کریں، ان کے حسن و آرائش سے یا ان کی گفتگو سے لذت لینے کی کوشش نہ کریں۔ تقویٰ کی اسی ایک ذرا سی شق پر عامل ہو جائیں تو ان شاء اللہ اپنی دکان پر بیٹھے بیٹھے آپ کو ''درجہ ولایت'' حاصل ہو جائے گا، تنہا یہی مجاہدہ بہت سے خانقاہی مجاہدوں پر بھاری ہے''۔(۳۲)

۴۔ اختلافی مسائل

رسائل و مسائل کا ایک قابل لحاظ حصہ مسلکی اختلافات پر مشتمل ہے جن کے بارے میں ایک سے زائد رائیں پائی جاتی ہیں۔ تقریباً سرسٹھ (۶۷) سوالات اس موضوع سے متعلق ہیں جن میں مولانا مودودیؒ نے فقہ مقارن سے مدد لی ہے اور ایک معتدل رویہ اپنایا ہے۔ اس باب میں بسا اوقات وہ متکلم کی حیثیت میں گفتگو فرماتے ہیں۔ ذیل میں ان کے دو اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں جو داڑھی سے متعلق ہیں۔ پہلی عبارت میں تشبیہ اور کنایہ کے ملے جلے انداز نے ادبیت اختیار کر لی ہے۔ عبارت ملاحظہ کیجئے:

''وہ بڑا غلط کار تھا کہ اس نے ایک پیسہ ضائع کیا، مگر آپ نے تو اس کے جواب میں خزانہ برباد کر دیا، پھر بتایئے کہ زیادہ بڑا غلط کار کون ہوا؟ تاہم آپ کا قصور نہیں ہے بلکہ آج کل دینداری کا عام ڈھنگ یہی ہے کہ اشرفیاں لٹیں اور کوئلوں پر مہر''۔(۳۳)

کنایہ اور تعریض سے لبریز یہ دوسری عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''جو لوگ محض سطحی طور پر اخلاقی دباؤ ڈال کر جدید طرز کے نوجوانوں سے داڑھی رکھوانے کی کوشش کرتے ہیں پھر چاہتے ہیں کہ اندرونی انقلاب چاہے ہو یا نہ ہو، مگر بیرونی انقلاب کی خانہ پری فوراً کر دی جائے۔ وہ بے چارے حقائق سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں--- اسے رسول کی سستی محبت سے تعبیر کرنا صرف انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو بے چارے رخسار و ذقن کے بالوں سے زیادہ کچھ دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے''۔(۳۴)

رسائل و مسائل میں مولانا مودودیؒ نے عمومی نوعیت کے پچاس مسائل پر الگ الگ گفتگو کی ہے جن میں کہیں وہ مورخ کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور کہیں متکلم اسلام نظر آتے ہیں۔ اس طرح اعتقادی مسائل پر بیس (۲۰) سوالات کے جوابات تحریر کئے۔ خالص تاریخی نوعیت کے بیس (۲۰) جوابات مرقوم ہیں۔ تحریک اور دعوت سے متعلق انتالیس (۳۹) سوالات کے جوابات پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح تفسیری مباحث، حدیثی موضوعات، شخصیات و واقعات کے ضمن میں ایک سو ترپن (۱۵۳) خطوط ارسال فرمائے۔ مذکورہ بالا تمام عنوانات کے تحت مولانا نے جو کچھ لکھا، اُردو ادب کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ چونکہ ان میں فقہی گفتگو بظاہر کم ہے لہذا ادبی محاسن تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ فقیہ مودودیؒ ان میں بھی فقہ کے لئے مواقع پیدا کر ہی لیتے ہیں (یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ محض رسائل و مسائل میں ادبی گوشوں کی تلاش سے مولانا کی فقہی شخصیت کے تمام پہلو نمایاں نہیں ہو سکتے۔ مولانا کی فقہی خدمات کا جائزہ بالکل الگ مقالہ/کتاب کا متحمل ہے۔ البتہ اثرات کے ضمن میں مولانا کی مجموعی خدمات فقہ پر گفتگو کی جا رہی ہے)۔

فقہی خدمات کے اثرات

فقہ کے میدان میں مولانا کا بڑا کارنامہ ان کی توسع پسندی ہے۔ اُن کے پورے فقہی لٹریچر میں اعلیٰ ظرفی اور وسعت قلبی کا مظاہرہ جا بجا قاری محسوس کر سکتا ہے۔ مسلکی تعصب کا شائبہ تک بھی نہیں ہوتا۔ مولانا فقہاء اربعہ کی آراء سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں اور چاروں کو برحق تسلیم کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کو بالعموم افضل مانتے ہیں لیکن کئی مسائل میں امام مالک اور امام شافعیؒ کو ترجیح دیتے ہیں۔

دوسرا بڑا کام بنیادی مآخذ قرآن، حدیث، اجماع و قیاس کی طرف ملت اسلامیہ کی توجہ مبذول کرانا ہے۔ وہ فقہاء کی آراء سے بعد میں استفادہ کرتے ہیں۔ چنانچہ بنیادی مآخذ سے مراجعت کا

رجحان عام ہوا اور شروح و حواشی پر مکمل انحصار کرنے کے مزاج میں کمی آئی۔ اس ضمن میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ تمام اختلافی مسائل میں مولانا کی اپنی ایک رائے ہوتی ہے۔ بعض اختلافات بیان کرنے پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اپنا رجحان ظاہر کر کے قاری کی مدد فرماتے ہیں۔

مولانا کی فقہی خدمات کے نتیجہ میں برصغیر پاک و ہند میں خاص طور پر اور عالم اسلام میں بالعموم دین کے اصولی اور فروعی معاملات و مسائل کا فرق و امتیاز واضح ہوا۔ اس کوشش کے نتیجہ میں جہالت یا تعصب کی وجہ سے اختلافات میں جو شدت پائی جاتی تھی اس میں واضح طور پر کمی آئی۔ مولانا کے پورے فقہی سرمایہ میں فروعی مسائل پر زیادہ زور نہیں ہے بلکہ ضروری اشارات پائے جاتے ہیں۔ مولانا کا خیال ہے کہ تقویٰ کا تعلق دل سے ہے، پہلے وہاں انقلاب لایا جائے۔ بیرونی انقلاب خود بخود آ جائے گا۔ اسی طرح مولانا کا اصرار ہے کہ حرام و حلال واضح ہیں، استنباطی معاملات میں رائے کو حکم کا مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ داڑھی کی لمبائی اور چھوٹائی، موزوں پر مسح، نماز میں ہاتھ اٹھانا، بلند آواز سے آمین کہنا، زکوٰۃ فی سبیل اللہ اور دیگر فروعی مسائل میں مولانا کا طرزِ استدلال قابل تحسین ہے۔

مولانا کی فقہی خدمات کے طفیل، فقہ کو سماج سے جڑنے کا موقع ملا۔ استفتاء کی عبارتوں کا وہ خشک اور نپا تلا جواب دینے کے بجائے سائل کی ذہنی الجھن کا سراغ لگاتے ہیں اور جواب نقل کرنے کے بعد مسئلہ کی اصل حقیقت بتا کر، مفتی کے بجائے ایک ''مشفق معالج'' کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہاں صرف دو مثالیں پیش خدمت ہیں:

سوال: اگر بوقت نکاح زر مہر کی صرف مقدار مقرر کر دی گئی اور اس امر کی تصریح نہ کی گئی ہو کہ یہ مہر معجّل ہے یا موجل تو آیا اس کو معجّل قرار دیا جائے گا یا موجل؟ اس مسئلہ میں علماء سے استفتاء کیا گیا۔ جوابات موصول ہوئے۔ سائل نے مفتی کفایت اللہ اور مولانا سیّد سلیمان ندوی وغیرہ کے فتوے بھی تحریر کیے لیکن سائل مطمئن نہیں تھے۔ سیّد مودودیؒ مسئلہ کا محاکمہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''پس زر مہر کی ادائیگی میں اصل تعجیل ہے نہ کہ تاجیل''(۳۵)

دوسری مثال میں قرض دینے اور لینے کے اصول و آداب پر روشنی اس انداز میں ڈالی گئی ہے:

''جو شخص قرض دے وہ اس قرض کے دباؤ سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرے۔ مقروض کو احسان رکھ کر نہ ذلیل کرے اور نہ اذیت پہنچانے کی کوشش کرے اور اگر مدت گزر جائے اور فی الواقع مقروض شخص قرضہ ادا کرنے کے قابل نہ ہو تو اس کو

جہاں تک ہو مہلت دے اور اپنے قرض کی وصولی میں زیادہ سختی نہ کرے۔ دوسری طرف قرض لینے والے کو لازم ہے کہ جس وقت وہ قرض ادا کرنے کے قابل ہو اسی وقت ادا کر دے اور جان بوجھ کر ادائے قرض میں تساہلی یا ٹال مٹول نہ کرے"۔(۳۶)

مولانا کے فقہی کام کی وجہ سے مغربی تہذیب سے نفرت اور بُعد پیدا ہوا اور احساس کمتری کی فضا میں کمی آئی۔ اس ضمن میں مولانا کی بعض مستقل فقہی تصنیفات نے کلیدی کردار ادا کیا، مثلاً سود، پردہ، اسلام اور ضبط ولادت، حقوق الزوجین اور الجہاد فی الاسلام وغیرہ اور یہ تمام کتابیں متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو کر مقبول عام ہو چکی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ رسائل و مسائل، مرتبہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی، جماعت اسلامی ہند، دہلی، ۱۹۷۱ء جلد اوّل، ص ۸۰، ترجمان القرآن، مرتبہ سید ابوالاعلیٰ، ۵-اے ذیل دار پاک، اچھرہ، لاہور، پاکستان، جولائی-اگست ۱۹۴۳ء۔

۲۔ اول/۹۰، ترجمان القرآن، ستمبر-اکتوبر ۱۹۴۳ء۔

۳۔ اوّل/۹۵، ترجمان القرآن، ستمبر-اکتوبر ۱۹۴۳ء۔

۴۔ اوّل/۹۸، ترجمان القرآن، اپریل ۱۹۴۶ء۔

۵۔ اوّل/۱۰۷، ترجمان القرآن، اپریل ۱۹۴۶ء۔

۶۔ اوّل! ۱۲۸، ترجمان القرآن، اکتوبر ۱۹۴۶ء۔

۷۔ اوّل/۱۳۲، ترجمان القرآن، ستمبر-اکتوبر ۱۹۴۳ء۔

۸۔ اوّل/۱۳۸-۱۳۹، ترجمان القرآن، مارچ-جون ۱۹۴۵ء۔

۹۔ اوّل/ ۱۴۷-۱۴۸، ترجمان القرآن، جنوری-فروری ۱۹۴۴ء۔

۱۰۔ دوم/۱۳۴، ترجمان القرآن، نومبر ۱۹۵۰ء۔

۱۱۔ دوم/۱۸۴، ترجمان القرآن، ستمبر ۱۹۵۱ء۔

۱۲۔ دوم /۲۲۰، ترجمان القرآن، ستمبر ۱۹۵۲ء۔

۱۳۔ دوم/۲۳۲، ترجمان القرآن، جون ۱۹۵۱ء۔

۱۴۔ دوم/۲۴۵، ترجمان القرآن، اپریل-مئی ۱۹۵۲ء۔

۱۵۔ دوم/۲۶۹، ترجمان القرآن، جون-جولائی ۱۹۵۲ء۔

۱۶۔ دوم/۳۰۲، ترجمان القرآن، جنوری-فروری ۱۹۵۱ء۔

۱۷۔ سوم/ ۲۲۱، ترجمان القرآن، جنوری ۱۹۶۲ء۔

۱۸۔ پنجم/۲۳۹، ترجمان القرآن، اگست ۱۹۷۶ء۔

۱۹۔ اوّل/۳۱۸، ترجمان القرآن، جولائی-اکتوبر ۱۹۴۴ء۔

۲۰۔ اوّل/۳۳۵-۳۳۷، ترجمان القرآن، جولائی-اکتوبر ۱۹۴۴ء۔

۲۱۔ اول/۳۴۷، ترجمان القرآن، جون ۱۹۴۶ء۔

۲۲۔ اوّل/۳۴۹، ترجمان القرآن، دسمبر ۱۹۴۵ء۔

۲۳۔ اوّل/۳۵۴، ترجمان القرآن، دسمبر ۱۹۴۵ء۔

۲۴۔ چہارم/۱۶۴، ترجمان القرآن، ستمبر ۱۹۵۴ء۔

۲۵۔ چہارم/۲۱۹-۲۲۱، ترجمان القرآن، اکتوبر ۱۹۶۱ء۔

۲۶۔ چہارم/۲۳۴، ترجمان القرآن، جنوری ۱۹۶۳ء۔

۲۷۔ اوّل/۲۹۹، ترجمان القرآن، جولائی ۱۹۴۶ء۔

۲۸۔ اوّل/۳۰۵۔

۲۹۔ اوّل/۳۰۸۔

۳۰۔ اوّل/۳۱۲، ترجمان القرآن، اگست ۱۹۴۶ء۔

۳۱۔ اوّل/۳۳۴، ترجمان القرآن، جولائی-اکتوبر ۱۹۴۴ء۔

۳۲۔ دوم/۳۴۷، ترجمان القرآن، جولائی 1951ء۔

۳۳۔ اوّل/۲۰۳، ترجمان القرآن، فروری ۱۹۴۶ء۔

۳۴۔ اوّل/۱۳۷، ترجمان القرآن، فروری ۱۹۴۶ء۔

۳۵۔ اوّل/ ۷۶، ترجمان القرآن، جولائی-اگست ۱۹۴۳ء۔

۳۶۔ ترجمان القرآن، اوّل/۱۰۸، اپریل ۱۹۴۶ء۔